ادب

فرمایا شاد عظیم آبادی کی ایک غزل کا مطلع ہے

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

مولانا تمنا عمادی نے اس پر اعتراض کیا کہ شہر شہر پھرے اور گھر گھر گھومے تو محاورہ ہے ملکوں ملکوں ڈھونڈنا کوئی فصیح محاورہ نہیں۔ اور پھر اس مطلع کی اصلاح کرتے ہوئے کہا

کیا ڈھونڈ رہے ہو رہ رہ کر ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تم دیکھ کے جس کو بھول گئے اے اہل وفا وہ خواب ہیں ہم

اسی غزل کے مقطع کو حضرت شاد عظیم آبادی نے کہا

مرغان قفس کو پھولوں نے اے شاؔد یہ کہلا بھیجا ہے
آنا ہے اگر تو آجاؤ ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

تو مولانا تمنا عمادی کو پھر اعتراض ہوا فرمانے لگے کہ کاش حضرت شاؔد یہ مقطع نہ کہتے اور پھر اس غزل کے دو مقطع لکھے۔

① اور اہل قفس کو جلانے کو پھولوں نے یہ کہلا بھیجا ہے
آنا ہے اگر تو آجاؤ ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

② سنتے ہو تمؔنا پھولوں نے کیا شور عنادل سن کے کہا
ان کی تو ہے چاہت دو دن کی جب تک کہ ذرا شاداب ہیں ہم

فرمایا ہندوستان کے صوبۂ بہار کی راج دھانی پٹنہ میں حضرت شاہ ارزاں رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ایک مشاعرہ ہوا تو حضرت شائق مرحوم کے صاحبزادے نصیر حسین مرحوم نے بطور تعلّی اپنے استاد حضرت شاد عظیم آبادی کا یہ مطلع پڑھا

؎ جب اہل ہوش کہتے ہیں افسانہ آپ کا
سنتا ہے اور ہنستا ہے دیوانہ آپ کا

اور پھر چیلنج بھی دے دیا کہ اس قافیہ وردیف اور وزن پر کوئی صاحب ایک مطلع بھی ہمارے استاد جیسا کہہ دیں تو میں جانوں۔

مولانا تمنا عمادی اٹھے اور برجستہ کہا حضرت تیاں پھلواری رحمۃ اللہ علیہ کا مطلع ہے

؎ ہوش والوں سے جو سنتا ہے فسانہ تیرا
بیٹھا منہ پھیر کے ہنستا ہے دوانہ تیرا

اب نصیر حسین مرحوم نے اصرار کیا کہ مولانا تمنا عمادی اپنا کوئی مطلع کہہ کر دکھائیں تو، کچھ توقف کے بعد مولانا نے اپنی غزل کا مطلع کہا

؎ بے سمجھے کیا کہے کوئی افسانہ آپ کا
خاموش کچھ سمجھ کے ہے دیوانہ آپ کا

مخالفین اپنا سے منہ لے کر رہ گئے۔

اس غزل کے ایک اور شعر کے کیا کہنے۔ فرمایا

؎ دے مارا اس نے شیشہ دل کو زمین پر
کہتے ہوئے کہ ''جایئے! میرا نہ آپ کا''

فرمایا لال قلعہ دہلی میں دیوان خاص کو خاص طور پر سجایا گیا اور وزیر اعظم ہندوستان پنڈت جواہر لال نہرو تشریف لائے۔ کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر نے ایک نیم سیاسی اور ادبی تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ وہ خود بھی ایک سرکاری اعلیٰ عہدے پر فائز تھے اور اتفاق یہ ہوا کہ وزیر اعظم ان دنوں نشہ بندی کی مہم میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ حکومت کی پالیسی تھی کہ ہندوستان میں نشے کو کنٹرول کیا جائے اور طرفہ تماشہ یہ کہ پاکستان کیا بلکہ دنیائے ادب کے بادشاہ جناب جوش ملیح آبادی بھی اس تقریب میں مدعو تھے۔ سحر اور جوش کا پرانہ یارانا اور دونوں کو کچے گھڑے کی چڑھی رہتی تھی۔ سورج ڈوب چکا تھا اور حضرت جوش ملیح آبادی نشے کی دنیا میں طلوع ہو رہے تھے انھیں اس بات پہ بھی قلق تھا کہ وزیر اعظم نشہ بندی پر اتنا زور کیوں دے رہے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے مذہب (اگر کوئی تھا)، آداب محفل اور ادنیٰ و اعلیٰ کی تمیز رکھے بغیر چند رباعیات سنا دیں۔

؂ آتے نہیں جن کو اور دھندے ساقی
اوہام کے وہ بنتے ہیں پھندے ساقی
جس مئے کو چھڑا سکا نہ اللہ اب تک
اس مئے کو چھڑا رہے ہیں بندے ساقی

ایک اور رباعی پڑھ دی جس میں وزیر اعظم کو ''بونا'' کہہ دیا

؂ خم کو توڑیں گے یہ کھلونے دیکھو
چہرے جیسے پھٹے بچھونے دیکھو

جس کوہ سے گر چکے ہیں لنکا والے
اس کوہ پر چڑھ رہے ہیں یہ بونے دیکھو

کنور مہیندر سنگھ بیدی سحر کا یہ حال کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ یہ سرکاری افسر اور وہ وزیر اعظم، بھری تقریب میں وزیر اعظم کی کرکری۔ جوش صاحب تو اٹھ کر چلے گئے اور صبح جب نشہ کافور ہوا تو یہ بھی بہت پچھتائے اور سحر کو ساتھ لے کر بغرض معافی وزیر اعظم کی کوٹھی پر حاضر ہوئے۔ باریابی کی اجازت ہوئی تو یہ دونوں کھڑے رہے اور پنڈت جی بہت دیر تک سرکاری کاغذات دیکھنے میں مصروف رہے پھر چپڑاسی کو کہنے لگے جاؤ اور وجے لکشمی اور اندرا کو بلاؤ۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو جوش اور سحر کو کہا بیٹھ جائیے اور ذرا اطمینان سے وہی رباعیات سنائیے جو آپ نے کل شام مجھے سنائی تھیں۔ اب حضرت جوش کھسیانے اور کنی کترا رہے ہیں اور پنڈت جی اصرار کیے جا رہے ہیں۔ آخر انھیں وہ رباعیات سنانی پڑیں۔ پنڈت جی بہت ہنسے اور بار بار داد دیتے رہے پھر کہنے لگے جوش صاحب میں بھی آپ ہی کا ہم خیال ہوں لیکن چونکہ حکومت ہند نشہ بندی کے حق میں ہے اس لیے اعلانیہ وہی کچھ کہنا پڑتا ہے جو سرکار کی رائے ہے۔

فرمایا حاجی محمد جان قدسی مشہد مقدس میں رہتے تھے۔ حضرت صاحبِ قران شاہ جہان بادشاہ کی سخاوت کا چرچا ہوا تو قسمت آزمانے ہندوستان آئے۔ اس قدر قادر الکلام شاعر تھے کہ برجستہ قصیدہ کہتے تھے۔ شاہ جہان بادشاہ کے تخت سنبھالنے کی پانچویں سالگرہ جب منعقد ہوئی تو انھوں نے ایک قصیدہ کہا اور ایسا قصیدہ تھا کہ شاہ جہان سن کر پھڑک

اٹھے اور انعام دینے کے لیے حکم صادر ہوا کہ قدسی کا منہ جواہرات سے بھر دیا جائے۔ یہ ایسا شاعر تھا کہ کہتے ہیں اس کا منہ مختلف مواقع پر سات مرتبہ موتیوں اور جواہرات سے بھرا گیا تھا۔

فرمایا

میر انیس مرحوم نے وفات سے پہلے آخری شعر جو کہا، وہ یہ فرمایا:

؎ سب عزیز و آشنا نا آشنا ہو جائیں گے
قبر میں پیوند جتنے ہیں، جدا ہو جائیں گے

اس کے بعد بیماری اور بڑھی یہاں تک کہ ۱۰ دسمبر ۱۸۷۴ء کو انتقال ہوا۔ وفات سے پہلے یکا یک آنکھیں کھولیں مسکرائے اور جان، جان آفریں کے حوالے کی۔ یوسف مرزا نے قطعہ تاریخ وفات بھی اسی مناسبت سے کہا:

؎ وا کرد چشم چوں پے دیدار مرتضیٰ
خندید مثل غنچہ و کارش تمام شد

قبل از وفات انہوں نے امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے دیدار کے لیے آنکھیں وا کیں زیارت ہوئی تو ہنس پڑے اور جاں سے گذر گئے۔ اہل تشیع میں سے بہت سوں کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کو وفات سے پہلے عالم نزع میں، ان کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ یوسف مرزا ناصر نے اس شعر میں اسی عقیدے کو سمویا ہے۔

فرمایا

لوگ مدح و قدح کرتے ہیں تو بے اختیار حضرت خواجہ میر درد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا

شعر یاد آتا ہے

یاراں زمہربانی دانند، ہر چہ دانند

ما خوب می شناسیم، اے درد، آنچہ مائیم

حقیقت یہ ہے کہ انسان پر خود اپنی حقیقت کھل جائے تو عمر بھر کسی غلط فہمی و خوش فہمی کا شکار نہ ہو۔

فرمایا

برصغیر کے مسلمان حکمرانوں میں سے جن کے نام کے ساتھ آنے والا لفظ لوگ ''اُلْتَمَش''، پڑھتے ہیں یہ لفظ درحقیقت ''اِلْتُتْمِش'' (اِلْ تُ تْ مِ شْ) ہے اور یہ ایسے ہی پڑھا جائے گا۔

فرمایا

اردو کا محاورہ ''مُردوں کی تبارک'' یا ''رجب میں خیرات'' سے کیا مراد ہوتی ہے؟ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے منشی فیض الدین دہلوی مرحوم کی کتاب ''بزم آخر'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ سترھویں، مدار صاحب کا مہینہ، یا مدار صاحب کی چھڑیاں، سلونو، دسہرہ، دوالی، ہولی، خواجہ صاحب کی چھڑیاں، ان تمام رسومات کی اصلیت بھی اس کتاب سے واضح ہوتی ہے۔

فرمایا

حضرت علامہ اقبال مرحوم کی شاعری پر بھی تنقید کی گئی ہے اور اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں کہ انھوں نے اپنے مختلف اشعار کا مضمون کس شاعر کے کس شعر سے حاصل کیا ہے۔ حکیم سنائی مرحوم سے خیال اور مضمون لینے کی بہت مثالیں بیان کی گئی

ہیں۔اس بات کو سمجھنا ہو تو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت مومن اور مرزا اسد اللہ خان غالبؔ دونوں ہم عصر ہیں۔حضرت مومن کا شعر ہے

کل تم جو بزم غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

ٹھیک یہی مضمون حضرت غالبؔ نے ایسے باندھا ہے

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

مضمون اور نفس مطلب دونوں شعراء کا ایک ہی ہے اور دونوں ہم عصر ہیں تو کیا یہ توارد ذہنی ہے یا ان میں سے کسی ایک نے فریق ثانی کا مضمون لے کر باندھ دیا ہے؟

فرمایا شاعری کے معاملے میں اہل بلاغت اس شعر کی تعریف کرتے ہیں جس میں مبالغہ پایا جائے لیکن یہ ضروری ہے کہ بس اتنا مبالغہ کیا جائے کہ سننے والے کے دل پر اثر انداز ہو، اتنا مبالغہ کہ صاف جھوٹ نظر آنے لگے، بے کار کی بات ہے۔علامہ الطاف حسین حالیؔ نے اس کی ایک بہت اچھی مثال دی ہے کہ کسی بازار کی ریل پیل دیکھ کر شاعر نے کہا

رات دن جمگھٹا ہے میلہ ہے
مہر و ماہ کا کٹورا بجتا ہے

کیا لغو شعر کہا ہے ہاں اگر فقرہ یوں ہوتا کہ وہاں تو صبح سے شام تک کٹورا بجتا ہے، تو یہ مناسب تھا۔

فرمایا کسی دور میں ہندوستان میں یہ جملہ بہت مشہور تھا کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو اور بگڑا گویہ مرثیہ خواں۔

فرمایا اردو کے محاورات غالبؔ اس مہارت اور خوبصورتی سے استعمال کرتے ہیں کہ محاورہ عین فطرت معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا

؎ رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

دھویا جانا کا مطلب ہے بے حیا ہو جانا اور پاک ہونا، شُہدا بننے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ پہلے ہمارا عشق مستور تھا جب سب کے سامنے رو دیے تو راز فاش ہو گیا اور اب ہم اتنے بے حیا ہوئے کہ شُہدے ہو گئے۔

فرمایا نفس زندگی کی اور انفاس حیات کی قضا؟ حافظ شیرازی مرحوم و مغفور فرماتے ہیں

وقت عزیز رفت ، بیا تا قضا کنیم
عمرے کہ بے حضورِ صراحی و جام رفت

میرے محبوب زندگی رخصت ہوئی تم آ ؤ تا کہ جو عمر بغیر صراحی و جام کے گزری ہے، تمہاری صحبت میں رہ کر ہم اس کی قضا، ادا کریں۔